ہوئیں۔ عاملِ مدینہ نے ان کے احترام میں جبر نہ کیا، لیکن ان کی وفات کے دن، بلکہ تدفین کے معاً بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ذریعہ مصحفِ امام طلب کیا اور اس کو دھو دیا یا جلا دیا، تاکہ کوئی دوسرا غیر متفقہ نسخہ باقی نہ رہے۔

☆ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمّال کے ان اقدامات سے متفقہ اصل متن قرآن کریم محفوظ کر دیا گیا اور اس میں کسی قسم کے 'غیر قرآ'' عنصر کی دخل اندازی کا راستہ بند کر دیا گیا۔ مصاحفِ عثمانی کی تدوین و اجرا اور نفاذ کے لمحہ سے آج تک متنِ قرآن کریم ایک اور یکساں ہے اور اس میں کسی شوشے و نقطے اور کسی شایبے کا داخلہ کبھی نہ ہوسکا اور نہ ہو سکے گا۔

☆ حیرت و افسوس اور اس سے زیادہ مذمّت و نقد کا مقام ہے کہ محفوظ و مامون متنِ قرآنی کے بالمقابل ان روایت و قراءات و اضافات کو محض روایت پرستی کی بنا پر مسلسل پیش کیا جا تا رہا ہے جو 'اصل متن قرآن' میں دخل در معقولات کر کے اسے نزاعی اور غیر متفقہ بنانے کی سازش ہائے غیر کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔

☆ آخر میں سوال کا الزامی جواب یہ ہے کہ 'صحابہ کرام کی متفقہ امتِ خیر' کے اجماعی نسخۂ متنِ قرآنِ کریم کے مقابلے میں ان قراءاتِ شخصی یا قراءاتِ شاذہ کا مسئلہ کیوں اٹھایا جاتا ہے جو اصلاً قراءاتِ قرآنی نہیں تھیں، نہ حروفِ سبعہ پر مبنی ہیں، بلکہ وہ محض تفسیرات و تشریحات ہیں۔

محض روایات و اخبار کا اختلاف و تضاد 'مجتمع علیہ اور متفقہ متن قرآن' کے سامنے روایتی اور درایتی حیثیت سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ان کے اختلافات و تضادات کا مطالعہ و تجزیہ ان کے صحیح تناظر اور قرآنی حقیقتِ واحدہ کے پس منظر میں کیا جائے تو وہ اپنی حقیقت کھول دیں گے اور موجودہ متفقہ متن کی تائید و توثیق اور تصدیق کرتے نظر آئیں گے۔

☆☆☆

مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے شائقین کے لیے

سنہری موقع

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ میں دو سالہ تصنیفی تربیت کورس کے لیے

ایسے اسکالرس کی ضرورت ہے جو:

☆ مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وترجمہ کا ذوق رکھتے ہوں۔

☆ عربی ،انگریزی اور اسلامیات کی اچھی استعداد رکھتے ہوں۔

☆ اپنے علمی وفکری ارتقاء کے خواہش مند ہوں۔

اس کورس کے امیدوار کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

☆ کسی معروف عربی درس گاہ سے فضیلت یا اس کے مساوی سند کا حامل ہو یا کسی کالج/ یونیورسٹی سے گریجویٹ ہو۔اس کی عمر ۲۵/سال سے زائد نہ ہو۔

منتخب طلبہ کوادارہ کے خوب صورت اور وسیع کیمپس میں قیام کی سہولت کے ساتھ پانچ ہزار روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔خواہش مند طلبہ درخواست کے ساتھ اپنے کوائف مع اسناد کی نقول اس طرح ارسال کریں کہ ۳۰/اکتوبر۱۵ءتک ادارہ کو موصول ہو جائے۔جن افراد کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا انھیں دونوں طرف کا سلیپر کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔

نوٹ: ادارہ کے مختلف علمی وتحقیق منصوبوں کی تکمیل کے لیے اصحابِ علم و اہلِ خیر سے دعاؤں ،مشوروں اور مالی تعاون کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی

سکریٹری ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی ، نبی نگر، جمال پور،علی گڑھ

موبائل:9410060558

عہدِ نبوی میں یمن میں اشاعتِ اسلام
ایک مطالعہ

ــــــــــــــ حافظ محمد سرفراز غنی

اللہ تعالیٰ نے عرب کے جنوبی خطۂ زمین یعنی یمن کو جس طرح دنیاوی ترقی کے تمام اسباب عطا فرمائے تھے اسی طرح عقائد کی درستی کے لیے عظیم المرتبت پیغمبر مبعوث کیے تھے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام، سیدنا صالح علیہ السلام اور سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوتِ توحید کا مرکز جزیرہ نمائے عرب کا یہی خطہ تھا، بلکہ سیدنا ہود علیہ السلام کے روضۂ انور کا یمن کے شہر حضر موت میں موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی دعوت توحید اور پیغام حق کا میدان سرزمینِ یمن ہی تھی۔ بعد میں دوسری قوموں کی طرح اہلِ یمن نے بھی تعلیماتِ خداوندی سے آہستہ آہستہ روگردانی کی اور انبیاء علیہم السلام کی بتائی ہوئی تعلیمات صحیحہ کو چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کی پوجا شروع کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں رائج شدہ مذاہب میں سے کوئی مذہب ایسا نہ ہوگا جس کے پیروکار یمن میں نہ موجود ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو دعوتِ اسلام عام کرنے کا حکم دیا تو آپؐ نے یمن کے مذہبی اور سیاسی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں کے باشندوں کو ایمان کی دولت سے فیض یاب کرنے کی طرف بھرپور توجہ دی۔ اس مقالہ میں ان بنیادی عوامل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو یمن میں اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنے۔

۱۔ شاہ راہیں اور تجارتی منڈیاں

وہ اسباب جن کے ذریعے اسلام کی دعوت اہل یمن تک پہنچی، ان میں سے

ایک عربی شاہ راہیں یا منڈیاں ہیں۔ یمن اپنے جغرافیائی اور اقتصادی محل وقوع کی وجہ سے تمام عرب کے لیے اہم ہے، کیوں کہ وہ اہم تجارتی شاہ راہوں کے درمیان واقع تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں تجارتی قافلے دو ہی راستوں سے گزرتے تھے۔ ان کے لیے کوئی تیسرا راستہ نہ تھا:

۱– ایک راستہ مشرقی تھا جو عراق میں عمان کے ساتھ جا ملتا تھا۔ اسی راستے سے یمن، ہندوستان اور ایران کا تجارتی سامان اِدھر اُدھر منتقل ہوتا تھا، پھر یہی راستہ مغربی عراق کو بادیۃ الشام سے ملاتا تھا۔ اس طرح اس راستے سے شام کی منڈیوں تک ایک چکر مکمل ہوتا تھا اور تاجر یمن، عراق، تدمر اور شام کی منڈیوں سے گزرتے ہوئے ہندوستان جاتے تھے۔ یوں دونوں اطراف کے تجار ان چیزوں کا آپس میں تبادلہ کرتے تھے جو ایک دوسرے کے ہاں پیدا نہ ہوتی تھیں۔

۲– دوسرا اہم ترین راستہ مغربی راستہ تھا جو بہ قول سعید الافغانی: ''یمن اور حجاز کے علاقوں سے گزرتا ہوا یمن کو شام سے ملاتا تھا۔ اس راستے کی بدولت یمن، حبشہ اور ہندوستان کے تجارتی سامان کو شام کی طرف منتقل کیا جاتا تھا اور شام کے تجارتی سامان کو یمن کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ پھر یہی راستہ حبشہ، مشرقی افریقہ اور سمندر کے ذریعے ہندوستان کی طرف جاتا تھا۔''[۱]

ان شاہ راہوں کی وجہ سے یمن کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان کی بدولت جزیرہ نمائے عرب کے تاجر بھی یمن کو اہمیت دیتے تھے۔ اس کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب میں تجارتی بازاروں یا منڈیوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اگر زمانۂ قدیم یعنی قبل از اسلام کے نقشے کو بہ غور دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان منڈیوں میں سے زیادہ تر مذکورہ دونوں شاہ راہوں پر لگتی تھیں۔

اہل یمن تجارت کے لیے قافلوں کی صورت میں اپنے شہروں سے ان دونوں تجارتی راستوں سے گزرتے ہوئے دوسری عربی منڈیوں کی طرف نکلتے تھے۔ جیسے عرفہ کے پاس ذی المجاز، شام اور حجاز کے درمیان دومۃ الجندل، مکہ اور طائف کے درمیان

سوقِ عکاظ، جو عرب کی عظیم ترین منڈیوں میں سے ایک تھا۔

مورخین نے درج بالا حجازی منڈیوں میں اہل یمن کے آنے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً حضرت عفیف کندیؓ کے متعلق آتا ہے کہ ''وہ تجارت کی خاطر یمن سے مکہ مکرمہ میں آتے تھے اور وہ حضرت عباسؓ کے دوست تھے۔''۲؎ اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''قیس بن مکشوح مرادی ۳؎ عکاظ کی منڈی میں آیا کرتے تھے اور وہاں بعض اشخاص کے ساتھ انھوں نے دوستی قائم کر رکھی تھی۔''۴؎

درج بالا واقعات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ابتدا ہی میں اہلِ یمن تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعض اور بھی ثبوت ملتے ہیں:

۱۔ حجازی بازاروں میں رسول اللہ ﷺ کی اعلانیہ دعوت کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ اس کے متعلق حضرت ربیعہ بن عبادہؓ، جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت کے زمانے میں رسول اکرم ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپؐ فرما رہے تھے: **قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ تفلحوا**۔۵؎ (اے لوگو! لاالٰہ الا اللہ کہو، تم کامیاب ہو جاؤ گے)۔ اسی طرح ابن سعد رقم طراز ہیں: ''حضور ﷺ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کی منڈیوں میں لوگوں کی رہائش گاہوں پر تشریف لے جاتے اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے۔''۶؎

۲۔ مکۃ المکرمہ کی منڈیوں اور تجارتی بازاروں میں دعوتِ اسلام دینے کا ایک ثبوت حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کی درج ذیل روایت ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

''میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ یمن کی طرف نکلا، جس میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے۔ دوران سفر ابوسفیان نے مجھ سے دریافت کیا: اے ابوالفضل! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا بھتیجا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے؟ میں نے جواب دیا: میرا کون سا بھتیجا؟ ابوسفیان نے کہا: تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ تمہارے بھتیجوں میں سے ایک کے سوا کس کو یہ بات

کہنی چاہیے؟ میں نے کہا: کون سا بھتیجا؟ انھوں نے کہا: محمد ﷺ بن عبداللہ۔ میں نے کہا: انھوں نے کیا فرمایا ہے؟ یہ سن کر ابوسفیان نے اپنے نام ایک خط نکالا اور کہا کہ یہ خط حنظلہ بن ابی سفیان کے نام ہے، جس میں مذکور تھا: میں تمھیں خبر دیتا ہوں کہ محمد ﷺ ابطح وادی میں کھڑے ہوئے اور کہا: ''میں تمھیں اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔'' یہ سن کر حضرت عباسؓ نے فرمایا: اے ابوحنظلہ! میں اسے سچا پاتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: اے ابوالفضل! ٹھہرو، اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ وہ اس طرح کی بات کہیں۔ یہ خبر جب یمن کے علماء یہود تک پہنچی تو ایک یہودی نے ابوسفیان سے پوچھا: یہ کیسی خبر ہے؟ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی اس شخص کا چچا ہے جس نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: یہ سچ ہے۔ میں اس کا چچا ہوں۔ یہودی نے پوچھا: کیا تم اس کے باپ کے بھائی ہو؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! یہودی عالم نے ابوسفیان سے کہا: پھر مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔ ابوسفیان نے کہا: مجھ سے ان کے بارے میں نہ پوچھو۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہمیشہ اس بات کا دعویٰ کریں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ ان پر عیب لگاؤں گے۔ اس کے بعد اس یہودی عالم نے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو بلایا تو انھوں نے اس سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے میرے چچا زاد سے ہمارے خاندان میں سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور انھوں نے تمھیں بتایا ہے کہ وہ ان کے چچا ہیں۔ وہ ان کے چچا نہیں ہیں، بلکہ چچا کے بیٹے ہیں۔ میں ان کا چچا اور ان کے باپ کا بھائی ہوں۔ یہودی عالم نے پوچھا: ان کے باپ کا بھائی؟ میں نے کہا: ہاں، ان کے باپ کا بھائی۔ اس پر وہ ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوا اور دریافت کیا: کیا اس نے سچ کہا؟ انھوں نے کہا: ہاں سچ کہا ہے۔ میں نے کہا: مجھ سے پوچھو، اگر میں جھوٹ بولوں تو یہ اس کی تردید کردے گا۔ چنانچہ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہارے بھتیجے کو پاگل پن یا جنون تو نہیں ہے؟ میں نے کہا: نہیں، عبدالمطلب کے خدا کی قسم! نہ انھوں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ خیانت کی۔ قریش کے ہاں ان کا لقب امین ہے۔ یہودی نے پوچھا: کیا انھوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے لکھا؟ حضرت عباسؓ کہتے ہیں: میں نے گمان کیا کہ یہ وصف آپؐ کے لیے بہتر ہے۔ اس لیے میں نے اس

سوال کا جواب اثبات میں دینے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے یاد آیا کہ ساتھ میں ابوسفیان موجود ہے، وہ مجھے جھٹلا دے گا اور میری بات کی تردید کردے گا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ آپؐ لکھتے نہیں ہیں۔ اس پر اس یہودی عالم نے جھُرجھُری لی، اس کی چادر گر پڑی اور وہ کہنے لگا: یہودی ذبح ہو گئے، یہودی ہلاک ہو گئے۔ عباس کہتے ہیں: پھر جب ہم اپنے گھروں کو لوٹے تو ابوسفیان نے کہا: اے ابو الفضل! بے شک یہودی تیرے بھتیجے سے ڈرتے ہیں۔ میں نے کہا: میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو تم نے دیکھا ہے تو اے ابوسفیان! کیا تم ان پر ایمان لے آؤ گے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: اس کے متعلق وقت بتائے گا کہ میں کیا کروں گا۔'' ۸؎

بعثتِ نبوی کے ابتدائی زمانہ میں یمن کے علمائے یہود کی مجالس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کا تذکرہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اہل یمن کو یہ خبر قریشی یا یمنی تاجروں کے ذریعے پہنچ چکی تھی۔ اس بات کا ایک اور ثبوت بلاذری کی طرف سے لکھی گئی صلح حدیبیہ کی شرائط کے ذکر سے بھی ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''قریش نے صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ شرط بھی رکھی تھی کہ یمن، طائف اور شام کی طرف جانے والے تجارتی راستوں کو ہر طرح سے پُر امن رکھا جائے گا۔'' ۹؎

اس کا مطلب یہ ہے کہ قریشی تاجروں کے نزدیک یمن اور اس کی طرف جانے والی شاہ راہیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ یمن جانے سے نہیں رکتے تھے اور انھوں نے اس راستے پر مسلمانوں کے تسلط کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے یہ شرط عائد کی تھی۔ اہل قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کی شرائط طے کرتے ہوئے درج بالا شرط عائد کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح تجارت کی غرض سے یمن جانا قریش کی مجبوری تھی اسی طرح اہل یمن بھی مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد منعقد ہونے والے تجارتی میلے نہیں چھوڑتے تھے۔ ان دوطرفہ روابط کی صورت میں ناممکن تھا کہ اہل یمن کو بعثت رسول ﷺ اور تعلیمات اسلام کی خبر نہ پہنچتی۔

۲۔ حج اور عمرہ کے ایام

دوسرا ذریعہ جس کی بدولت اسلام کی شعاعیں اہل یمن کے قلوب کو روشن کرنے لگیں وہ حج اور عمرہ کے ایام تھے۔ اہل عرب حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے تھے۔ اگرچہ ان کی ادائی حج کا وہ طریقہ نہ تھا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتایا تھا، مگر پھر بھی وہ اپنی مشرکانہ رسوم کے ساتھ اس کی ادائی کا اہتمام بڑے شوق سے کرتے تھے۔ اس کے لیے پورے عرب سے لوگ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ کا سفر کرتے تھے۔ حج کے ایام میں رسول اللہ ﷺ تمام عرب سے آئے ہوئے لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے آپ ہر سال حج کے موسم میں حاجیوں کی قیام گاہوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب بھی آپؐ کسی صاحبِ شرف شخص کے بارے میں سنتے کہ وہ مکہ مکرمہ میں آیا ہوا ہے تو اس کی طرف بھرپور توجہ دیتے اور اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ آپؐ کے اس عمل کے متعلق حضرت ربیعہ بن عبادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک نوجوان لڑکا تھا اور منیٰ میں اپنے باپ کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ عرب قبائل کی قیام گاہوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

یا یھا الناس! ان اللہ یامر کم ان تعبدو او لا تشر کو ابہ شیا[۱۰]

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

درج بالا خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کا قصد کیا ان میں اہل یمن کے کچھ قبائل کے لوگ بھی تھے، مثلاً اہل کندہ، بنی حارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ۔

حضرت حارث بن حارث غامدیؓ، جو قبیلہ مذحج کی ایک شاخ غامد سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے اپنا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کیا:

"میں نے اپنے باپ کے ساتھ حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ لوگوں کو دعوت توحید دے رہے تھے اور قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے۔"[۱۱]

حضور ﷺ کے اس دعوتی عمل کو روکنے کے لیے قریشِ مکہ اپنی تمام کوششیں بروئے کار لاتے تھے۔ وہ اس بات کی بھرپور کوشش کرتے تھے کہ آپؐ کی دعوت سے کوئی شخص یا قبیلہ متاثر نہ ہو۔ اس کے لیے انھوں نے باقاعدہ ایک کمیٹی بنا رکھی تھی جس کا رکن آپؐ کا چچا ابولہب بھی تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرتا اور جہاں بھی آپؐ کلام کرتے یا لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، وہ اس کی تردید کرتا۔ خاص طور سے حج و عمرہ کے ایام میں آپؐ کے پیچھے لگ جاتا۔ جب بھی آپؐ حجاجِ کرام کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ وہاں پہنچ جاتا اور کہتا: "لوگو! یہ شخص تمھیں اپنے آباء کا دین چھوڑنے کو کہتا ہے، اس کی بات نہ مانو۔"[۱۲]

دوسری طرف نبی کریم ﷺ کو حضرت عباسؓ اسلام کی اشاعت کے لیے یمن سے آئے ہوئے قبائل کی قیام گاہوں کی طرف لے جاتے۔ جب وہ آپؐ کو قبیلہ کندہ کی قیام گاہ پر لے گئے تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کندہ کے لوگ ہیں۔ یہ یمن سے بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے آنے والے لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: یمن سے۔ آپؐ نے فرمایا: یمن کے کس قبیلہ سے؟ انہوں نے کہا: کندہ سے۔ فرمایا: کندہ کے کون سے خاندان سے؟ انہوں نے کہا: بنی عمرو بن معاویہ سے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمھیں بھلائی کی طرف دعوت دوں؟ انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نماز قائم کرو اور اللہ کی طرف سے تمہارے پاس جو کلام آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو کیا آپؐ اپنے بعد بادشاہی ہمارے لیے چھوڑیں گے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بادشاہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، وہ جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے۔"[۱۳]

نبی اکرم ﷺ کا یہ دعوتی طریقہ اتنا کام یاب ہوا کہ چند سالوں میں اہل یمن کے تمام بڑے قبائل تک آپؐ کا پیغام پہنچ گیا۔ حضرت عفیف کندیؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ اسلام لے آئے اور اپنے قبائل میں جا کر دین کی تبلیغ واشاعت کا کام کرنے لگے۔

۳۔ داعیانِ اسلام کا دعوتی کردار

اہل یمن کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ایک بڑا ذریعہ داعیانِ اسلام کا دعوتی کردار بھی تھا۔ ان کی یمن کی طرف روانگی کی ابتداء مکی عہدِ رسالت کے ابتدائی سالوں میں ہی ہو گئی تھی۔ اس دور کے نمایاں داعیانِ اسلام میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ تھے۔ البتہ یمن کی طرف باقاعدہ طور پر دعاۃ کو بھیجنے کا سلسلہ ۸ ہجری میں حضرت علیؓ کو قبیلۂ طے کی طرف روانگی سے ہوا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرات معاذ بن جبل، خالد بن ولید، عمرو بن حزم، زیاد بن لبید، طاہر بن ابی ہالہ اور مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہم کو یمن کی طرف روانہ فرمایا۔

ان داعیانِ اسلام کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اشاعتِ دین کے چند رہ نما اصول وضوابط بتائے۔ مثلاً جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو بہ طور مبلغ یمن کی طرف روانہ فرمانے لگے تو آپؐ نے انھیں یہ نصیحت کی:

> **یسّرا ولا تعسّرا، بشّرا ولا تنفرا، تطاوعا ولا تختلفا۔** [۱۴]
>
> ''لوگوں کے لیے آسانیاں فراہم کرنا، انھیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، دیکھو تمھیں بشارت دینے والا بن کر جانا ہے اور لوگوں کو خوش خبریاں دینی ہیں۔ ان کو اسلام سے دور نہیں کرنا ہے۔ تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف کا شکار نہ ہونا۔''

جب کوئی داعی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ناکامی اور قبیلے

والوں کی ہٹ دھرمی کے متعلق بتاتا تو آپؐ اس کو نئی ہدایات دے کر پھر روانہ کردیتے۔ مثلاً جب حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کو بہ طور داعی اپنے قبیلے میں کوئی خاص کامیابی نہ ملی تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری قوم کی ہلاکت کے لیے بددعا کردیں، مگر آپؐ نے بددعا کرنے کے بجائے ان کے حق میں دعا کی: **اللھم اھد دوساً** (اے اللہ، قبیلۂ دوس کو ہدایت دے) پھر حضرت طفیلؓ کو حکم دیا:

ارجع الی قومک فادعھم وارفق بھم۔ ۱۵؎

''اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ، ان کو دین حق کی طرف بلاؤ اور ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو۔''

اسی طرح آپؐ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو بہ طور داعی یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو روانگی سے قبل انھیں یہ نصیحت فرمائی:

یا معاذ! اني أوصیک بتقوی اللہ و صدق الحدیث ووفاء بالعھد وأداء الأمانة وترک الخیانة ورحمة الیتیم وحفظ الجار وکظم الغیظ وخفض الجناح وبذل السلام ولین الکلام ولزوم الایمان والتفقه بالقرآن وحب الآخرة والجزع من الحساب وقصر الأمل وحسن العمل وأنھاک أن تشتم مسلمًا أو تصدق کاذبًا أو تکذب صادقًا أو تعصي امامًا عدلاً۔ یامعاذ! اذکر اللہ عند کل حجر و شجر وأحدث مع کل ذنب توبة، السر بالسر، والعلانیة بالعلانیة، وعد المریض، وأسرع في حوائج الأرامل والضعفائ، وجالس الفقراء والمساکین، وأنصف الناس من نفسک، وقل الحق ولا تأخذک في اللہ لومه لائم۔ ولا تقضینّ ولا تفصلنّ الاّ بما تعلم۔ وان أشکل علیک أمر فقف حتی تبیّنه أو تکتب اليّ فیه۔ اذ قدمت علیھم فعلّمھم کتاب اللہ وأدّبھم علی الأخلاق، وأنزل الناس منازلھم من الخیر والشر، ولا تھاب في أمر اللہ ولا في مال اللہ، فانه لیس لک ولا لأبیک، وعلیک باللین والرفق في غیر ترک الحق حتی

يقول الجاهل :قد ترک يعني الحق، واعتذر الی أهل عملک في كل أمر خشيت أن يقع في أنفسهم عليک عتب حتی يعذروک، وليكن من أكبر همک الصلاة، فانها رأس الاسلام بعد الاقرار بالدين۔ اذا كان الشتاء فعجّل الفجر من طلوع الفجر وأطل القرائة في غير أن تملّ الناس، أو يكن اليهم أمر الله، وعجّل الظهر حين تزول الشمس، وصلّ العصر والمغرب على ميقات واحد في الشتاء والصيف۔ وصلّ العصر والشمس بيضائ، وصلّ المغرب حين تغرب الشمس، وصل العتمة وأعتم بها فان الليل طويل، واذا كان الصيف فاسفر في الفجر، فان الليل قصير والناس ينامون، فأمهلهم حتی يدركوها۔ وأخّر الظهر بعد أن يتنفّس الظل ويتحول الريح؛ فان الناس يقيلون، فأمهلهم حتی يدركوها۔ وصل العتمة ولا تعتم بها فان الليل قصير۔ وأتبع الموعظة الموعظة، فانها أقوى لهم على العمل بما يحب الله، وابعث في الناس المعلّمين، واحذر الله الذي ترجع اليه۔ انک تقدم على أهل كتاب وانهم سائلوک عن مفاتيح الجنة، فأخبرهم أن مفاتيح الجنة لا اله الا الله۔ تواضع الله يرفعک۔ واستدق الدنيا تلقک الحكمة۔ وفي رواية :يؤتک الله الحكمة۔ فان من تواضع لله عزوجل واستدق الدنيا، أظهر الله الحكمة من قبل على لسانه۔ واستشر فالمستشير معان، والمستشار مؤتمن۔ ثم اجتهد، فان الله (عزوجل) ان يعلم منک الصدق يوفقک، وان التبس عليک فقف، وامسک حتی تبيّنه، أو تكتب اليّ فيه۔ ولا تضربنّ فيما تجد في كتاب الله ولا في سنتي على قضاء الا عن ملأ، واحذر الهوى فانه قائد الأشقياء الى النار۔ ۱۶ے

”اے معاذ! میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی، سچ بولنے کی، وعدہ پورا کرنے کی، امانت ادا کرنے کی، خیانت نہ کرنے کی، یتیم پر رحم کرنے کی، پڑوسی کی حفاظت کرنے کی، غصہ پینے کی، نرمی کرنے کی، سلام پھیلانے کی، نرم بات کرنے کی، ایمان پر پختگی کی، قرآن مجید کو سمجھنے کی، آخرت سے محبت کرنے کی، حساب سے ڈرنے کی، آرزوؤں کو کم

کرنے کی، اچھے اعمال کرنے کی۔ اور میں تمھیں منع کرتا ہوں اس سے کہ کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرو اور کسی سچے کو جھوٹا قرار دو یا کسی عادل امام کی نافرمانی کرو۔ اے معاذ: ہر پتھر اور درخت کے قریب اللہ کا ذکر کرو، ہر گناہ کے بعد توبہ کرو، اگر گناہ پوشیدہ ہو تو توبہ بھی خاموشی سے کرلو، لیکن اگر گناہ کا ارتکاب کھلّم کھلاّ کیا ہو تو توبہ بھی علانیہ کرو، مریض کی عیادت کرو، کم زور اور بے حال لوگوں کی ضرورت پورا کرنے میں جلدی کرو، فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھو، لوگوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو، حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرو، بغیر علم کے فیصلہ نہ کرو، جس بات کا علم نہ ہو اس کا فیصلہ کرنے سے رک جاؤ، یہاں تک حق واضح ہوجائے یا اس کو مجھے لکھ کر بھیجو۔ جب کوئی تمھارے پاس آئے تو اس کو قرآن کریم کی تعلیم دو اور ان کو اخلاق سکھاؤ۔ اچھے اور برے لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے مطابق معاملہ کرو۔ اللہ کے معاملہ میں اور اللہ کے مال میں کسی سے محبت نہ کرو، وہ مال نہ تمھارا ہے نہ تمھارے باپ کا۔ نرمی اور شفقت کو لازم پکڑو، حق چھوڑنے کے علاوہ کہ جاہل یہ گمان کرنے لگے کہ حق کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اپنے ماتحت عملہ سے ہر اس معاملہ میں معذرت کرو جس کے بارے میں تمھیں اندیشہ ہو کہ اس میں وہ تم سے ناراض ہوں گے، تاکہ وہ تمھارا عذر قبول کرلیں۔ تمام احکام میں سب سے اہم نماز ہے، جو کہ اسلام کی بنیاد ہے اس کا اقرار کرنے کے بعد۔ سردیوں میں طلوع فجر کے بعد نمازِ فجر جلدی ادا کرا اور اس میں لمبی قراءت کرو، مگر اتنی لمبی بھی نہیں کہ وہ اکتا جائیں۔ اور سورج ڈھلنے کے بعد ظہر جلدی ادا کرو۔ سردی اور گرمی دونوں میں عصر و مغرب کا وقت ایک ہے۔ سورج کی سفیدی میں عصر پڑھو اور سورج غروب ہونے کے بعد مغرب پڑھو۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھو، کیوں کہ سردی کی رات طویل ہوتی ہے۔ گرمیوں میں فجر دیر سے پڑھو، کیوں کہ راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور لوگ سورہے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو جماعت میں شامل ہونے کا موقع دو اور ظہر کو مؤخر کرو، یہاں تک کہ ہوا معتدل ہوجائے، کیوں کہ لوگ اس وقت قیلولہ کررہے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو جماعت میں شامل ہونے کا موقع دو۔ عشاء کی نماز گرمیوں میں جلدی پڑھو، کیوں کہ راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ لوگوں کو مسلسل نصیحت کرتے رہو، یہ ان کے دل میں اللہ کی مرضی کے مطابق عمل میں پختگی پیدا کرے گا۔

لوگوں میں معلّمین بھیجو۔ اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔ تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے تو وہ تم سے جنت کی چابیوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ ان کو بتانا کہ جنت کی چابیاں ''لا الہ الا اللہ'' ہیں۔ اللہ کے لیے تواضع اختیار کرو، وہ تمھیں بلندی عطا کرے گا۔ دنیا کو حقیر جانو، اللہ تمھیں حکمت عطا کرے گا۔ جو شخص تواضع اختیار کرے گا اور دنیا کو حقیر جانے گا اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر حکمت جاری کر دے گا۔ مشورہ کرو، اس لیے کہ جو مشورہ کرتا ہے اس کی مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ کیا جائے اس کو امانت دار رہنا چاہیے۔ پھر معاملات حل کرنے میں غور و فکر کرو۔ اگر اللہ تم کو سچا جانے گا تو تمھیں راستی کی توفیق دے گا۔ اور اگر تم پر معاملہ گڈمڈ ہو جائے تو توقف کرو، یہاں تک وہ تم پر واضح ہو جائے یا اس کے بارے میں مجھے لکھ بھیجو، اللہ کی کتاب اور میری سنت میں جو کچھ پاؤ اس کے مطابق فیصلہ علانیہ کرو اور خواہشِ نفس سے بچو، اس لیے کہ وہ بدبختوں کو جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ واضح کرتا ہے کہ داعی یا مصلح کا کردار کیسا ہونا چاہیے اور اسے دورانِ دعوت کن باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ باتیں مبلغینِ اسلام کے لیے ایک منشور یا چارٹر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

درج بالا نصیحت کے علاوہ کتبِ حدیث وسیرت میں نبی کریم ﷺ کی اور بھی نصیحتیں مروی ہیں جو آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو کی تھیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ان سے فرمایا:

> إنک ستأتي قوماً من أھل کتاب فإذا جئتھم فادعھم إلی أن یشھدوا أن لا الہ إلا اللہ، وأن محمد ﷺ رسول اللہ، فإن ھم أطاعوا لک بذلک فأخبرھم أن اللہ قد فرض علیھم خمس صلوات في کل یوم ولیلۃ، فإن ھم أطاعوا لک بذلک فأخبرھم أن اللہ قد فرض علیھم صدقۃ تؤخذ من أغنیائھم وتردّ علی فقرائھم فانھم أطاعوا لک بذلک فایّاک وکرائم أموالھم، واتّق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔ ۱۷؎

''تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جس کی اکثریت اہل کتاب ہے۔ تم انہیں پہلی فرصت میں اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کے اقرار کی طرف بلانا۔ اگر وہ تمھاری بات مان لیں تو انہیں تعلیم دینا کہ اللہ نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تمھاری یہ بات بھی تسلیم کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کی جاتی ہے اور ان کے غریبوں پر تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اگر وہ اس امر کو بھی تسلیم کر لیں تو خیال رکھنا کہ زکوٰۃ کی مد میں ان کے عمدہ مال کو وصول کرنے سے گریز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیوں کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو دعوت وتبلیغ کی اہمیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فو اللہ لأن یھدی اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من ان یکون لک حمر النعم۱۸؎

''اللہ کی قسم، اگر اللہ تمھاری وجہ سے ایک آدمی کو ہدایت نصیب کر دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہے۔''

ان قیمتی ہدایات اور دعوتی اصولوں کی روشنی میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن کے علاقے جند میں اپنے دعوتی کام کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت مختصر عرصے میں ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ جند کے ساتھ ساتھ اردگرد کے علاقوں میں بھی اسلام کی صدا گونجنے لگی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ یمن میں ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو وہاں دعوت وتبلیغ کے لیے بھیجا، مگر وہ اپنی سختی اور مجاہدانہ مزاج کی بدولت وہ کام

یابی حاصل نہ کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد حضرت علیؓ کو یمن بھیجا۔ علامہ ابن اثیرؒ حضرت علیؓ کو یمن میں اہل ہمدان کی طرف بھیجے جانے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

بعث رسول الله ﷺ علياً الى اليمن، وقد كان أرسل قبله خالد بن الوليد اليهم يدعوهم الى الاسلام فلم يجيبوه، فأرسل عليا و أمره أن يعقل خالداً ومن ساء من أصحابه ففعل۔ ۱۹؎

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجا۔ اس سے قبل آپؐ خالد بن ولیدؓ کو وہاں دعوت و تبلیغ کے لئے بھیج چکے تھے، لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ کرتے وقت نصیحت کی کہ وہ حضرت خالدؓ اور ان کے اصحاب کی وجہ سے اہل یمن کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی اور نقصان کا تاوان ادا کریں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔"

حضرت علیؓ اس وقت کم عمر تھے۔ انھوں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ان لوگوں کے پاس بھیج رہے ہیں، جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور مجھے اچھی طرح فیصلہ کا ملکہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینے پر رکھا اور یہ دعا کی: **اللهم ثبت لسانه و اهد قلبه** (اے اللہ! اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے) پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"يا على اذا جلس اليك الخصمان فلا تقض بينهما حتى تسمع من الآخر ما سمعت من الاول فانك اذا فعلت ذلك تبين لك القضاء"۔ ۲۰؎

(اے علی! جب تمھارے پاس جھگڑنے والے دونوں فریق آجائیں تو جب تک دونوں سے برابر برابر پوری بات نہ سن لو، فیصلہ نہ کرو۔ اگر تم

ایسا کرو گے تو صحیح فیصلہ کرو گے۔)

حضرت علیؓ جب یمن روانہ ہوئے تو حضرت براء بن عازبؓ بھی ان کے ہم سفر تھے۔ وہ اس واقعہ کی پوری روداد یوں بیان کرتے ہیں:

"جب ہم یمن میں داخل ہوئے اور لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع ہوئی تو سب حضرت علیؓ سے ملاقات کے لیے اکٹھے ہوئے۔ انھوں نے فجر کی نماز پڑھائی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو صف بندی کر کے بیٹھ گئے، پھر وہ ہمارے سامنے آئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا، چنانچہ ہمدان کا پورا قبیلہ اسی دن مسلمان ہو گیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھ کر اس کی خبر دی۔ آپؐ نے جب ان کا خط پڑھا تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: "**السلام علیٰ همدان، السلام علیٰ همدان**"۔ (ہمدان والوں پر سلامتی نازل ہو، ہمدان والوں پر سلامتی نازل ہو۔)[۲۱]

رسول اللہ ﷺ نے ان داعیانِ اسلام کے علاوہ حضرت عمرو بن حزمؓ، حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ، حضرت زیاد بن لبیدؓ، حضرت طاہر بن ابی ہالہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عکاشہ بن ثورؓ کو یمن کی طرف اشاعتِ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔ ان حضرات کی بدولت اہل یمن کو اللہ تعالیٰ نے حق کی دولت نصیب کی۔ ان مبلغینِ اسلام نے اسلام پھیلاتے وقت رسول اللہ ﷺ سے مسلسل رابطہ رکھا اور آپؐ کے بتائے گئے دعوتی اصولوں کو ملحوظ رکھا۔

۴۔ رسول اکرم ﷺ کے دعوتی مکاتیب

یمن میں آمدِ اسلام کا چوتھا سبب رسول اللہ ﷺ کے وہ دعوتی مکاتیب ہیں جو آپؐ نے اہل یمن کو لکھے تھے۔ ان مکتوبات میں آپؐ نے یمنی معاشرے کی تقسیم اس انداز میں کی تھی:

۱— ایرانی گورنراوران کے ذیلی حکام، جن کو 'ابنائ' کہا جاتا تھا۔

۲— سردارانِ قبائل، جن کا اپنے علاقوں میں اقتدار اوراثر ورسوخ تھا۔

۳— عیسائی پادری اور راہب، جو عیسائیت کے پھیل جانے کے سبب خاص امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔

۴— مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے 'ازوائ' اور 'اقیال' جو اپنے قبیلوں اور علاقوں میں اثر ونفوذ رکھتے تھے۔

درج بالا عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کو دعوتی مکاتیب ارسال کیے۔ ان کی بدولت ان کی اکثریت مشرّف بہ اسلام ہوئی۔

۵۔ بارگاہِ نبوی ﷺ میں یمنی وفود کی آمد

یمن میں اشاعتِ اسلام کا ایک اور اہم سبب وہاں کے وفود کی بارگاہِ نبوی میں حاضری ہے۔ عہد رسالت میں یمن کے کونے کونے سے مختلف قبائل کے وفود آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ اسلام قبول کرنے کے لیے، کچھ دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد احکامِ دین سیکھنے اور آپؐ کی زیارت و بیعت سے مشرف ہونے کے لیے اور کچھ صلح وامن کے معاہدے کرنے کے لیے۔ ان میں سے کچھ وفود ہجرتِ مدینہ سے پہلے مکہ مکرمہ آکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ہجرت کے بعد ان کی آمد کا سلسلہ ۵ھ میں شروع ہوا جو آپؐ کی وفات سے چار ماہ یا (دوسری روایت کے مطابق) چالیس دن قبل تک جاری رہا۔ ۹ھ میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی 'عام الوفود' پڑ گیا۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں سب سے زیادہ وفود سرزمینِ عرب کے اسی خطے سے حاضر ہوئے اور یہی وفود یمن میں اشاعت اسلام کا ایک اہم ذریعہ بنے۔ ۲۲ے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی عہد کی ابتدا میں یمنی قبیلہ دوس کے سردار حضرت طفیل بن عمرو مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے مل کر مشرّف بہ اسلام